ماڈیول کی تفصیلات اور اس کا خاکہ
Details of Module its structure

ماڈیول کی تفصیلات **Module Detail**	
مضمون کا نام **Subject Name**	اردو **Urdu**
کورس کا نام **Course Name**	ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح کے اردو اساتذہ کے لیے آن لائن تربیتی کورس **Teaching Urdu at Secondary and Higher Secondary Stage**
ماڈیول کا عنوان **Module Name/Title**	دکن میں اردو شعر و ادب **Dakan mein Urdu Shaer-o-Adab**
ماڈیول آئی ڈی **Module ID**	**TUSS_DUS_03**
مقاصد **Objectives**	اس ماڈیول کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ: 1. اردو زبان کے ارتقا میں دکنی شعرا اور نثر نگاروں کی خدمات سے واقف ہو سکیں گے۔ 2. دکن میں اردو شاعری کے عہد بہ عہد ارتقا سے واقف ہو سکیں گے۔ 3. دکن میں اردو نثر کے ارتقا کے بارے میں جان سکیں گے۔ 4. اردو کے فروغ میں شمالی ہند اور جنوبی ہند کے باہمی کردار سے واقف ہو سکیں گے۔
کلیدی الفاظ **Keywords**	دکنی اردو، دولت آباد، صوفیائے کرام، جگت گرو، بہمنی سلطنت، عادل شاہی سلطنت، قطب شاہی سلطنت، سب رس، قطب مشتری

ڈیولپمنٹ ٹیم
Development Team

کردار **Role**	نام **Name**	ادارہ **Affiliation**
کورس کوآرڈینیٹر **Course Coordinators**	پروفیسر محمد فاروق انصاری **Prof. Mohd. Faruq Ansari** پروفیسر دیوان حنان خان **Prof. Diwan Hannan Khan**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**
کورس ایڈمنسٹیٹر **Course Administrator**	ڈاکٹر عزیر احمد **Dr. Uzair Ahmad**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**

دکن میں اردو شعر و ادب

فہرست (TABLE OF CONTENTS)

1۔ تمہید

2۔ بہمنی دور

2.1۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز

2.2۔ حسن نظامی بیدری

3۔ عادل شاہی دور

3.1۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی

3.2۔ عبدل

3.3۔ میراں جی شمس العشاق

3.4۔ اشرف بیابانی

3.5۔ شاہ برہان الدین جانم

3.6۔ ملک خوشنود

3.7۔ رستمی

3.8۔ شوقی

3.9۔ مقیمی

3.10۔ صنعتی

3.11۔ علی عادل شاہ ثانی شاہیؔ

3.12۔ نصرتی
3.13۔ شاہ امین الدین اعلیٰ
4۔ قطب شاہی دور
4.1۔ محمود
4.2۔ فیروز
5۔ قلی قطب شاہ
5.1۔ ملّاوجہی
5.2۔ عبداللہ قطب شاہ
5.3۔ غواصی
5.4۔ ابنِ نشاطی
5.5۔ بحری
5.6۔ ولی دکنی
5.7۔ سراج اورنگ آبادی
6۔ خلاصہ

1۔ تمہید

اردو شعر و ادب کی تاریخ میں دکن کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دکن کے حدود میں گجرات، تلنگانہ اور کرناٹک کے علاقے شامل تھے۔ یہاں چار زبانیں گجراتی، مراٹھی، تیلگو اور کنڑ بولی جاتی تھیں۔ اردو زبان سب سے پہلے شمالی ہند سے آنے والے صوفیائے کرام کے ساتھ یہاں پہنچی۔ صوفیائے کرام نے رشد و ہدایت کے سلسلے میں مقامی زبانوں سے میل جول بڑھایا۔ اس میل جول سے ایک نیا لسانی ماحول تیار ہوا۔ دکن پر علاء الدین خلجی کی فتح نے شمال و جنوب کو ایک دھاگے میں پرونے کا کام کیا اور نئے لسانی ماحول کو مزید فروغ حاصل ہوا۔

کچھ ہی عرصے بعد 1327 میں محمد بن تغلق نے ہندوستان کی راجدھانی کو دہلی سے دکن کے علاقے دولت آباد منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ پایۂ تخت کی تبدیلی سے نئے لسانی ماحول کو تیزی کے ساتھ پروان چڑھنے کا موقع ملا۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد یہاں آکر بس گئے۔

زبان کے لین دین کا جو عمل صوفیائے کرام سے شروع ہوا تھا، فوجیوں، سپہ سالاروں سے ہوتا ہوا حکام اور دربار تک پہنچ گیا۔ اگرچہ ایک سال کے بعد ہی دہلی کو دوبارہ راجدھانی بنادیا گیا۔ تاہم دہلی سے تعلق رکھنے والے زیادہ تر لوگوں نے وہیں رہائش اختیار کرلی۔ دہلی سے آئی ہوئی زبان پر مقامی اثرات کی وجہ سے اسے آگے چل کر ایک نیا نام 'دکنی' دے دیا گیا جو اردو کی ایک قدیم شکل ہے۔ اسے قدیم اردو کہنا ہی مناسب ہے کیوں کہ افعال اور جملوں کی نحوی ساخت کے اعتبار سے دکنی اور اردو میں کوئی فرق نہیں۔ یوں بھی پورا دکنی سرمایہ فارسی اور اردو کی ادبی روایت کا حصہ ہے۔

دکن میں تین دور دیکھنے کو ملتے ہیں یعنی بہمنی دور، عادل شاہی اور قطب شاہی دور۔ آیئے ان تینوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں:

2۔ بہمنی دور (1495-1347)

دکن میں اردو زبان وادب کے فروغ کے تعلق سے بہمنی سلطنت کا قیام بھی ایک اہم واقعہ ہے۔ اس کے دو بڑے نتیجے سامنے آئے۔ ایک تو یہ کہ حسن گنگو بہمنی نے مرکزی حکومت سے مقابلہ کرنے کے لیے مقامی حمایت کو لازمی سمجھا۔ دوسرے یہ کہ بہمنی سلطنت کے علاقے میں تین مقامی زبانیں تیلگو، کنڑ اور تمل بولی جاتی تھیں۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت دینے کے بجائے اردو کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوگئی۔ اسی سلطنت کے آخری دور کے بادشاہ محمود شاہ بہمنی (دورِ سلطنت: 1520-1482) کے عہد کا ایک شاعر قریشی بیدری ہے، جس کے بارے میں خیال ہے کہ اسی نے قدیم اردو کو دکنی کا نام دیا۔

بہمنی سلطنت کی علم دوستی اور ادب نوازی کے قصے مشہور ہیں۔ انھوں نے خواجہ حافظ شیرازی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی۔ اس دور میں بہت سے صوفیائے کرام اور شاعروں کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً شاہ برہان الدین غریب، سید یوسف راجا، امیر حسن سِجزی، محمد اکبر حسینی، ملا محمد تقی نظیری، محمد عبداللہ حسینی، فیروز شاہ، مشتاق، لطفی، اشرف، نظامی اور سید محمد حسینی گیسو دراز وغیرہ۔

2.1۔خواجہ بندہ نواز گیسو دراز(1422-1321)

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا نام سید محمد حسینی اور تخلص شہباز تھا۔ وہ دہلی میں پیدا ہوئے اور فیروز شاہ بہمنی کے عہد میں دہلی سے گلبرگہ آگئے۔ وہ اپنے زمانے کے بڑے عالم تھے۔ عربی فارسی کے علاوہ دکنی میں بھی انھوں نے اپنی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں 'شکار نامہ' اور 'چکی نامہ' اہم ہیں۔

2.2۔حسن نظامی بیدری

ان کا نام فخر دین اور تخلص نظامی تھا۔ بیدر کے رہنے والے تھے۔ ان کی شہرت ان کی ایک مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' کی وجہ سے ہے۔ اس مثنوی کو اردو کی پہلی مثنوی کہا جاتا ہے۔ کدم راؤ اور پدم راؤ اس مثنوی کے مرکزی کردار ہیں۔ کدم راؤ راجا ہے اور پدم راؤ اس کا وزیر۔ یہ ایک راجا کی کہانی ہے جو عورت کی وفاداری پر شک کرکے سنیاس لے لیتا ہے۔ بعد میں ایک جوگی سے دھوکا کھا کر اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آتا ہے اور ہنسی خوشی زندگی گزارتا ہے۔

بہمنی سلطنت کے بطن سے پانچ نئی سلطنتیں عادل شاہی، قطب شاہی، نظام شاہی، برید شاہی اور عماد شاہی وجود میں آئیں۔ ان میں عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتوں نے اردو زبان و ادب کی ترقی میں بڑا حصہ لیا۔

3۔عادل شاہی دور(1686-1490)

بیجاپور میں عادل شاہی سلطنت کا قیام 1490 میں عمل میں آیا۔ یہ حکومت تقریباً ایک سو چھانوے سال تک قائم رہی۔ عادل شاہی بادشاہوں نے نہ صرف شعر و ادب کی سرپرستی کی بلکہ وہ خود بھی شعر کہتے تھے۔ اس حکومت کا بانی یوسف عادل شاہ ترکی اور فارسی میں شعر کہتا تھا۔ ایک اور بادشاہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کو 'جگت گرو' کے نام سے شہرت ملی۔ اگرچہ شروع میں عادل شاہیوں نے شمالی ہند کے درباروں کی نقل کی اور فارسی زبان کا بول بالا رہا لیکن اس دور میں ہند ایرانی تہذیب کے سنگم کو علوم و فنون کے ہر شعبے میں کافی فروغ حاصل ہوا۔ اردو زبان و ادب پر اس تہذیبی امتزاج کے اثرات مرتب ہوئے۔

بیجاپور میں عبدل، میراں جی شمس العشاق، اشرف بیابانی، برہان الدین جانم، شاہ داول، ملک خوشنود، رستمی، مقیمی، حسن شوقی، صنعتی، علی عادل شاہ ثانی شاہی، نصرتی، امین الدین اعلیٰ وغیرہ کے نام اہم ہیں۔

3.1۔ابراہیم عادل شاہ ثانی(1627-1580)

ابراہیم عادل شاہ ثانی عادل شاہی سلطنت کے تیسرے بادشاہ تھے۔ ان کی ادبی حیثیت مُسلّم ہے۔ وہ فارسی اور دکنی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ مصوری اور موسیقی سے بھی انھیں گہرا لگاؤ تھا۔ ان کی مشہور تصنیف 'کتابِ نورس' یا 'نورس نامہ' ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر راگ راگنیوں سے متعلق ہے لیکن اس میں شاعری کے عمدہ نمونے بھی موجود ہیں۔ اس کتاب میں ابراہیم عادل شاہ نے راگ راگنیوں پر مبنی خود اپنے گیت شامل کیے ہیں۔ سترہ راگوں کے تحت کُل 59 گیت اور سترہ دوہے شامل ہیں اور ہر گیت کا موضوع مختلف ہے۔ اس کے بیشتر گیت ہندو دیومالا کے قصّوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ عشقیہ واردات اور کیفیات کی تصویر کشی کرنے میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کو کمال حاصل تھا۔

3.2عبدل

عبدل کے نام سے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ان کا نام عبد اللہ تھا جب کہ دوسری روایت میں ان کا نام عبد الغنی بتایا گیا ہے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی جن کا دورِ حکومت 1580 سے 1627 تک رہا عبدل ان کے درباری شاعر تھے۔ ان کی مشہور تصنیف 'ابراہیم نامہ' ہے، جسے بیجاپور کا پہلا ادبی کارنامہ کہا جاتا ہے۔ یہ بادشاہِ وقت کا قصیدہ ہے۔ ابراہیم نامہ اپنے دور کے سماجی، اخلاقی اور مجلسی حالات و واقعات کی آئینہ داری کے لیے مشہور ہے۔

3.3۔ میراں جی شمس العشاق (1496-1407)

میراں جی شمس العشاق مشہور صوفی بزرگ تھے۔ ان کا تعلق خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے سلسلے سے تھا۔ انھوں نے اردو میں تصوف کے مضامین کو بیان کرنے کی روایت ڈالی۔ ان کی تصنیفات میں 'خوش نامہ'، 'خوش نغز'، 'شہادت الحقیقت'، 'شہادت التحقیق'، اور 'مغزِ مرغوب' کے علاوہ نثر میں 'شرح مرغوب القلوب' اور رسالہ 'سبع صفات' شامل ہیں۔

3.4۔ اشرف بیابانی (1528-1459)

اشرف بیابانی کا پورا نام سید شاہ اشرف بیابانی تھا۔ وہ اپنے زمانے کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ انھوں نے اپنے والد سید شاہ ضیاء الدین رفاعی بیابانی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ وہ صوفی تھے اور شاعر بھی۔ ان کی تصانیف میں 'لازم المبتدی'، 'واحد باری' اور 'نو سرہار' اہم ہیں۔ نو سرہار مثنوی ہے اور اس کا موضوع کربلا کا واقعہ ہے۔ اس کی اہمیت زبان و بیان کے اعتبار سے مسلّم ہے۔

3.5۔ شاہ برہان الدین جانم

شاہ برہان الدین، میراں جی شمس العشاق کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ انھوں نے تصوف کے مضامین کو موضوع بنایا۔ ان کے مشہور رسائل 'ارشاد نامہ'، 'حجت البقا'، 'وصیت الہادی'، 'سکھ سہیلا' اور 'بیچ گنج' وغیرہ ہیں۔ 'کلمتہ الحقائق' اور 'وجودیہ' ان کی نثری تصنیفات ہیں۔ جانم نے عام طور پر ہندی بحریں استعمال کی ہیں۔

3.6۔ ملک خوشنود

ملک خوشنود کا تعلق اصلاً گولکنڈہ سے تھا۔ بعد میں بیجاپور چلے گئے اور وہاں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ ان کی دو مثنویاں 'جنت سنگار' اور 'بازارِ حسن' ملتی ہیں۔

3.7۔ رستمی

رستمی کا نام کمال خاں تھا۔ وہ عادل شاہی دربار سے وابستہ تھے۔ رستمی بڑے قادرالکلام شاعر تھے۔ انھوں نے غزلیں بھی کہی ہیں اور قصیدے بھی۔ رستمی کی شہرت ان کے ترجمے کی وجہ سے ہے۔ انھوں نے ایک فارسی مثنوی 'خاور نامہ' کا دکنی میں ترجمہ کیا جو چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں دوسو بائیس عنوانات کے تحت حضرت علیؓ کی جنگی فتوحات کا بیان ہے۔

3.8۔ شوقی

شوقی کا نام حسن تھا اور شوقی تخلص کرتے تھے۔ ان کا تعلق دکن کے تین درباروں یعنی عادل شاہی، قطب شاہی، اور نظام شاہی سے تھا۔ ان کی عمر کا بڑا حصّہ نظام شاہی حکومت میں گزرا۔ اپنی زندگی کے آخری ایّام میں وہ عادل شاہی سلطنت سے وابستہ ہوگئے تھے۔ انھوں نے شاعری میں بڑا نام پیدا کیا۔ 'فتح نامۂ نظام شاہ' اور 'میزبانی نامہ' ان کی دو مثنویاں ہیں۔ انھوں نے غزلیں بھی کہی ہیں۔ ان کا کلام 'دیوانِ حسن شوقی' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔

3.9۔ مقیمی

مقیمی ابراہیم عادل شاہ کے زمانے کے مشہور شاعر ہیں۔ انھوں نے مثنوی 'چندر بدن و مہیار' لکھی جو عادل شاہی دور کی پہلی عشقیہ مثنوی مانی جاتی ہے۔ اس کا شمار اپنے دور کی مقبول مثنویوں میں ہوتا ہے۔ اس مثنوی میں عشق کی عظمت کا بیان ہے جو پریم مارگی تصورات سے بہت قریب ہے۔

3.10۔ صنعتی

صنعتی کا نام محمد ابراہیم خاں تھا۔ وہ سلطان محمد عادل شاہ کے دربار سے وابستہ تھے۔ ان کی دو مثنویاں 'قصہ ٔ بے نظیر' اور 'گلدستہ' بہت مشہور ہوئیں۔ 'قصہ ٔ بے نظیر' میں ایک صحابی تمیم انصاریؓ کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

4۔ علی عادل شاہ ثانی شاہیؔ (1628-1762)

محمد عادل شاہ کے جانشین علی عادل شاہ ثانی شاہیؔ بلند پایہ شاعر تھے۔ شاعری کے علاوہ خطّاطی، موسیقی، مصوری اور فن سپہ گری میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ انھوں نے نہ صرف شاعروں اور عالموں کی قدردانی کی بلکہ خود بھی زیادہ تر اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ 'کلیاتِ شاہی' کے نام سے ان کا کلام شائع ہو چکا ہے، جس میں قصائد، مثنوی، غزلیات، چار در چار، کبِت اور فارسی کلام اور قطعاتِ تاریخ شامل ہیں۔

عادل شاہی کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے کلام میں مقامی اور ملکی عناصر کو بہ طورِ خاص اہمیت دی ہے۔ ان کے کلام کا پورا پس منظر ہندوستانی ہے۔ نسوانی حسن اور مناظرِ قدرت کی دل فریب تصویریں پیش کرنے میں انھیں مہارت حاصل تھی۔

4.1۔ نصرتی

نصرتی کا نام شیخ نصرت تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت شاہی محل میں ہوئی جس سے ان کی شاعرانہ صلاحیتیں خوب چمکیں۔ اپنے دور کے سب سے اہم شاعر مانے جاتے ہیں۔ علی عادل شاہ ثانی شاہیؔ نے انھیں ملک الشعرا کا خطاب عطا کیا تھا۔ ان کی مثنویاں اردو کی بہترین رزمیہ مثنویاں کہی جاتی ہیں۔ ان کی تین مثنویاں 'گلشنِ عشق'، 'علی نامہ' اور 'تاریخِ اِسکندری' دستیاب ہیں۔

4.2۔ شاہ امین الدین اعلیٰ (1599-1674)

شاہ امین الدین اعلیٰ کا شمار دکن کے مشہور بزرگوں میں ہوتا ہے۔ وہ برہان الدین جانم کے بیٹے تھے۔ انھوں نے اپنے مریدوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے رسائل لکھے اور شعر بھی کہے۔ 'وجود نامہ'، 'چکی نامہ'، 'وصل نامہ'، 'محبت نامہ'، 'نور نامہ'، 'نظم وجودیہ'، 'رموز السالکین'، 'گنج مخفی' اور 'رموز العارفین' وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔

5۔ قطب شاہی دور (1690-1495)

گولکنڈہ میں قطب شاہی حکومت 1508 سے 1686 تک قائم رہی۔ گولکنڈہ کا علاقہ حیدرآباد، آندھرا پردیش اور موجودہ مہاراشٹر کے بعض علاقوں پر مشتمل تھا۔ یہاں کی قطب شاہی حکومت اور دہلی کی مغل سلطنت میں نسلی اور تہذیبی یگانگت دکھائی دیتی ہے۔ اتفاق سے دونوں کے استحکام کا زمانہ بھی ایک ہی تھا۔ اکبر کی طرح ابراہیم اور محمد قلی قطب شاہ نے بھی مقامی ہم آہنگی قائم کرنے کی کوشش کی۔

گولکنڈہ کے ادبی ذخیرے نے بیجاپور کی ادبی روایت میں ایک نئی جہت کا اضافہ کیا۔ یہ جہت عشق وعبادت کی ہے۔ اس دور میں بھی شاعروں اور ادیبوں کے کئی نام ملتے ہیں جن میں سے چند اہم نام محمودؔ، فیروزؔ، محمد قلی قطب شاہ، اسد اللہ وجہیؔ، عبداللہ قطب شاہ، غواصیؔ، ابن نشاطیؔ اور قاضی محمود بحریؔ کے ہیں۔

5.1۔ محمود

محمود قطب شاہی حکومت کے ابتدائی زمانے کے شاعر تھے۔ ان کا ذکر وجہیؔ اور محمد قلی نے احترام کے ساتھ کیا ہے۔ محمودؔ کی غزلیں، مرثیے اور دوہرے مختلف بیاضوں میں ملتے ہیں۔ انھوں نے اپنی غزلوں میں فارسی اور مقامی زبان کے اثرات کا توازن برقرار رکھا جو بعد میں آنے والے شعرا کے لیے غزل کے میدان میں نئی راہیں ہموار کرنے میں کافی مددگار ثابت ہوا۔

5.2۔ فیروز

فیروز کا نام قطب الدین یا قطب دین قادری تھا۔ ان کا شمار بیدر کے مشہور شاعروں اور گولکنڈہ کے بڑے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ ملا وجہی نے اپنی مثنوی میں ان کا نام احترام کے ساتھ لیا ہے۔ ان کی مشہور تصنیف 'پرت نامہ' ہے۔

5.3۔ قلی قطب شاہ (1611-1565)

اردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ معانیؔ، قطب شاہی خاندان کے پانچویں حکمراں تھے۔ قلی قطب شاہ کا اردو کلیات پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے جس میں سبھی اصناف کے نمونے موجود ہیں۔ انھوں نے اردو شاعری کو ایرانی شاعری کے رنگ و آہنگ سے روشناس کرایا اور اس میں ہندوستانی فکر و احساس اور تہذیب و معاشرت کی عکاسی کی۔ ان دونوں حیثیتوں سے محمد قلی قطب شاہ کا کلام سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

5.4۔ ملّاو جہی (1659-1562)

ملاو جہی کا نام اسد اللہ تھا۔ ان کے آباو اجداد خُراسان سے آکر دکن میں بس گئے تھے۔ وجہی وہیں پیدا ہوئے۔ انھوں نے قطب شاہی خاندان کے چار بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ وہ فارسی اور دکنی دونوں میں مہارت رکھتے تھے۔ قطب مشتری ان کی مشہور مثنوی ہے جس میں انھوں نے قلی قطب شاہ اور مشتری کے عشق کی داستان بیان کی ہے۔ یہ مثنوی اندازِ بیان، تشبیہات و استعارات اور تاثیر کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے۔

وجہی کی نثری تصنیف 'سب رس' اردو کی پہلی نثری داستان ہے جو 1635 میں لکھی گئی۔ اس کا موضوع تصوف اور اسلوب تمثیلی ہے۔

5.5۔ عبداللہ قطب شاہ

عبداللہ قطب شاہ نے اپنے نانا محمد قلی قطب شاہ کی ادبی روایت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ فنونِ لطیفہ اور شعرو ادب کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ انھوں نے بھی شاعری میں کمال دکھایا ہے۔ ان کے کلام میں راگ رنگ کی محفلوں کی خوب صورت عکّاسی ملتی ہے۔

5.6۔ غواصی

غواصی قطب شاہی دور کے اہم شاعر تھے۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ نے انھیں ملک الشعرا کا خطاب عطا کیا تھا۔ وہ سفیر کے عہدے پر بھی فائز رہے تھے۔ ان کی تین مثنویاں 'مینا ستونتی'، 'سیف الملوک و بدیع الجمال' اور 'طوطی نامہ' بہت مشہور ہوئیں۔ غزل، قصیدہ، رباعی اور مرثیے پر مشتمل ان کا دیوان بھی موجود ہے۔

5.7۔ ابنِ نشاطی

ابن نشاطی کا نام شیخ محمد مظہر الدین تھا۔ وہ عبداللہ قطب شاہ کے دربار سے وابستہ تھے۔ ان کی مثنوی 'پھول بن' بہت مشہور ہوئی۔ مثنوی پھول بن فارسی قصہ 'بساتین الانس' کا دکنی ترجمہ ہے۔ اس میں عبداللہ قطب شاہ کی مدح میں بھی اشعار لکھے گئے ہیں۔ نشاطی کی یہ مثنوی لفظی اور معنوی خوبیوں سے پُر ہے۔

5.8۔ بحری (وفات 1717)

بحری کا نام قاضی محمود اور تخلص بحریؔ تھا۔ وہ ایک معروف صوفی بزرگ تھے۔ 'من لگن' ان کی مشہور مثنوی ہے۔ اس میں تصوف کے مضامین دل نشین حکایتوں کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں۔ زبان و بیان کے اعتبار سے 'من لگن'، بلند پایہ مثنوی ہے۔ ان کی دوسری مثنوی 'بھنگ آب نامہ' بھی موجود ہے۔ بحری نے غزلیں بھی لکھی ہیں جن میں شگفتگی روانی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔

دکن میں اردو ادب کی جو روایت عادل شاہی اور قطب شاہی دور میں قائم ہوئی، ان حکومتوں کے خاتمے کے بعد اس میں مزید ترقی ہوئی اور دو بڑے نام ولیؔ اور سراجؔ سامنے آئے جن سے دکن اور شمال کی تفریق ختم ہو گئی۔

5.9۔ ولی دکنی (1668-1707)

ولی دکنی کا نام ولی محمد تھا۔ ان کے آباو اجداد گجرات میں مقیم تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے دکن کی طرف آئے اور وہیں بس گئے۔ شاہ وجیہ الدین گجراتی کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ انھوں نے شاعری کے میدان میں قدم رکھنے کے بعد اپنے پیش رو دکن کے دوسرے شعرا کے بر خلاف صنف غزل کی طرف زیادہ توجہ کی اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس صنف کو بہت جلد بامِ عروج تک پہنچا دیا۔ ولیؔ نے فارسی غزل کے مضامین اور تشبیہات و استعارات سے اپنی غزل کو آراستہ کیا جس کی بدولت غزل میں ایک نئی روایت کا آغاز ہوا۔

5.10۔ سراجؔ اورنگ آبادی (1712-1764)

سراج اورنگ آبادی کا پورا نام سید شاہ سراج الدین حسینی اور تخلص سراجؔ تھا۔ ان کے آباو اجداد میرٹھ کے رہنے والے تھے، لیکن وہ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ سراجؔ پر ہمیشہ جذب و کیف کا ایک عالم طاری رہتا تھا۔ اسی عالم میں وہ شعر بھی کہتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے کلام میں جذب اور سرمستی کی کیفیت بھی ملتی ہے۔

6۔ خلاصہ

دکن کی تاریخ صدیوں پر محیط ہے۔ اس دور کو اردو کے ابتدائی عہد کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ دکنی ادب میں فارسی، ہندی کی روایات کا خوبصورت امتزاج دیکھنے کو ملتا ہے۔ دکن کی حکومت کے تینوں ادوار میں زبان و ادب نے خوب ترقی کی اور اردو نثر و

نظم کے سرمائے میں بیش بہا اضافہ کیا۔ ولی دکنی کے اثر سے شمالی ہند کے شعر و ادب کو نئی سمت ملی جس کا جائزہ اگلے سبق میں لیا جائے گا۔

* * *

Disclaimer	آن لائن کورس کے درسی مواد کی ترتیب و تدوین کے لیے این سی ای آر ٹی کی درسی و معاون درسی کتابوں اردو زبان و ادب کی تاریخ، اردو قواعد و انشا، اردو کی ادبی اصناف، رہنما کتاب، اردو تدریسیات، اردو زبان کی تدریس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔